سوال

(277) وراثت کے متعلق سوال

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

لالہ موسیٰ سے بواسطہ ذیشان خریداری نمبر 5695 قاضی محمد خاں کا ایک سوال اہل حدیث مجریہ 5 ستمبر 2003ء شمارنمبر 36 میں شائع ہوتا کہ میری بیوی فوت ہوگئی نہ اس کے والدین زندہ ہیں اور نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہے صرف اس کا خاوند اور تین حقیقی بہنیں زندہ ہیں اس کی جائیداد کیسے تقسیم ہوگی ہم نے اس کے جواب میں لکھا تھا کہ صورت مسئولہ کلالہ کی ایک صورت ہے چونکہ اولاد نہیں اس لیے خاوند کو اس کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد سے نصف ملے گا اور تین حقیقی بہنوں کو کل جائیداد سے 3/2 دیا جائے گا تقسیم میں سہولت کے پیش نظر ہم نے لکھا تھا کہ جائیداد کے چھ حصے کرلیے جائیں نصف یعنی تین حصے خاوند کو اور دو تہائی یعنی چار حصے تینوں بہنوں کو دیئے جائیں چونکہ چھ حصوں سے ورثاء کوملنے والے سہام زیادہ ہیں اس لیے یہاں عول ہوگا اس لیے کل جائیداد کے چھ کے بجائے سات حصے کرلیے جائیں ان ساتھ حصوں میں سے تین خاوند کو اور باقی چار بہنوں کو مل جائیں گے آخر میں یہ مشورہ بھی دیا تھا کہ جائیداد کی تفصیلی تقسیم محکمہ مال یعنی پٹواری کے ذمے ہے وراثت کے فتوی میں صرف حصوں کا تعین کیا جاتا ہے تقسیم کا عمل مفتی کے ذمے نہیں ہے اداہ "اہلحدیث کی وساطت سے ہمیں ایک خط موصول ہوا جس میں قاضی محمد خاں لکھتے ہیں کہ " میرے حق وراثت کے سوال پر جو مشورہ دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی مخالفت کرتا ہے نیز یہ مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے اس میں بڑی محنت درکار رہے اسے عول یا پٹواریوں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا جاسکتا ۔ (الی آخرہ)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

ہم نے سوال کا جواب قرآن کریم کی آیات کے حوالہ سے دیا تھا ہمارے نزدیک ہر مسئلہ ہی بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے ہے اس لیے سوالات کے جواب میں محنت بھی کی جاتی ہے اوراحساس ذمہ داری بھی ہوتا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک مفتی کا منصب یہ ہے کہ وہ اللہ اوراس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں رہتے ہوئے سوالات کے جواب دیتا ہے اس مختصر وضاحت کے بعد کچھ ملاحظات پیش خدمت ہیں : (1) پرچہ "اہل حدیث "کوئی کاروباری میگزین نہیں ہے کہ اس سے دنیاوی منفعت ہوتی ہو بلکہ دنیاوی لحاظ سے دینی جرائد خسارے میں رہتے ہیں البتہ دینی لحاظ سے یہ مفاد ضرور ہوتا ہے کہ ان سے دین اسلام کی سربلندی اوراسلامی تعلیمات کی نشرواشاعت مقصود ہوتی ہے شاید سوالات کے جواب کےلیے خریداری نمبر کی پابندی بھی اس لیے ہے کہ اس کے خریدار زیادہ ہوں لیکن یہ بات اخلاقی لحاظ سے صحیح نہیں ہے کہ دوسروں کے خریداری نمبر کا سہارا لے کر سوالات پوچھے جائیں ویسے بھی سوال وجواب کے کالم میں غیر خریدار کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے جواب دیئے جاتے ہیں ۔

(2) عول کا سہرا مجبواًیا جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب پہلے عول کا حکم دیا تھا ان کے زمانے میں ایک ایسی صورت واقع ہوئی کہ اصحاب فرائض سے سہام ترکہ کی اکائی سے زیادہ تھے جیساکہ موجودہ صورت مسئولہ میں ہے آپ نے کبار صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین سے مشورہ فرمایا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے عول کا مشورہ دیا جس سے تمام صحابہ نے اتفاق فرمایا ان میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مجتہدین صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین شامل تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عول کے مسئلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کے متفقہ مسئلہ میں اختلاف رائے کیا اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت مشہور نہ ہوجاتی تو عول کے مسئلہ پر اجماع قطعی کا حکم لگا دینا یقینی ہوجاتا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عول کی ضرورت کو بایں الفاظ بیان فرمایا : "کہ مجھے قرآن کریم سے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ مقررہ حصہ لینے والوں میں سے کون قابل تقدیم ہے اور کون قابل تاخیر تاکہ مقدم کو پہلے اور مؤخر کو بعد میں کر دیا جائے اس لیے انہوں نے سب اصحاب فرائض کے درمیان یکسانیت پیدا کرنے کےلیے عول کا طریقہ جاری فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک خاوند قوی حقدار ہے اس لیے اسے پورا پورا حصہ دیا جائے اور بہنیں کمزور حصہ دار ہیں ان کے حصوں میں کمی کی جائے صورت مسئولہ میں مسئلہ چھ سے بنتا ہے لیکن سہام سات ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک خاوند کو کل جائیداد سے نصف یعنی 2/1 دے دیا جائے اور بہنوں کے چار حصوں سے ایک حصہ کم کر کے انہیں صرف تین حصے دیئے جائیں اس طرح عول کی ضرورت نہیں رہتی لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف اس لیے درست نہیں ہے کہ تمام مقررہ حصہ لینے والے حقدار جو کسی درجہ میں جمع ہوں ازروئے استحقاق برابر ہیں اور کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاسکتی چونکہ سب کا استحقاق بذریعہ نص قرآن قائم ہوا ہے لہذا سب کا استحقاق برابر ہوگا اور ہر شخص اپنا اپنا پورا پورا حصہ لے گا اور اگر ترکہ حسب حصص موجود نہ ہو جیسا کہ موجودہ صورت میں ہے تو سب کے حصوں میں برابر کمی کی جائے اور عول کے ذریعے سے جو مخرج بڑھایا جاتا ہے اس کی وجہ سے جو نقصان عائد ہو وہ تمام مستحقین پر بقدر تناسب پھیلا دیا جائے یہی راجح ہے اور اسی پر امت کا عمل ہے البتہ شیعہ حضرات نے اس سے اختلاف کیا ہے وہ حضرات ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف سے اتفاق کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں ان کے نزدیک اگر جملہ حصص کی میزان جائیداد کی اکائی سے متجاوز کر جائے تو اس اضافہ کو بیٹیوں اور بہنوں کے حصص سے منہا کر دیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں قاضی محمد خاں کو بھی اس لیے اختلاف ہے کہ خاوند ہونے کی حیثیت سے ان کے حصہ میں عول کی وجہ سے معمولی سی کمی واقع ہوئی ہے دلوں کے حالات تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے بظاہر قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے باقی پٹواریوں کا حوالہ اس لیے دیا گیا تھا کہ جائیداد اگر زمین کی شکل میں ہو تو ہر وارث کو کتنی کنال یا مرلے یا کتنی سرسائیاں ملیں گی اس تقسیم کی ذمہ داری مفتی پر نہیں ہے کیونکہ اس نے علم وراثت پڑھا ہے محکمہ مال کے کورس نہیں کئے ہیں لہذا ہم نے فتوی میں جو مشورہ دایا ہے اس میں اللہ کی کسی حد کو نہیں توڑ ہے ۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق دے ۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاوی اصحاب الحدیث

جلد:1 صفحہ:300